AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

نظامِ قیادت ومشاورتِ نبوی ﷺ کا معاصر جمہوری ڈھانچوں سے تقابلی مطالعہ

A Comparative Study of the Prophetic System of Leadership and Consultation (PBUH) with Contemporary Democratic Structures

Dr. Atiq ur Rahman
Associate Professor, Department of Islamic Studies, University of Engineering and Technology (UET), Lahore, Pakistan.

Abstract

This research paper presents a comparative study of the Prophetic system of leadership and consultation (PBUH) with contemporary democratic structures. The study aims to analyze the principles and practices of the Prophetic system, highlighting its unique features and strengths, and comparing them with modern democratic systems. The paper examines the Prophetic emphasis on consultation (Shura), justice, and accountability, and how these principles were implemented in the early Islamic community. It also discusses the strengths and weaknesses of contemporary democratic systems, including the importance of representation, accountability, and the protection of individual rights. The study concludes that the Prophetic system of leadership and consultation provides valuable insights for contemporary democratic systems, emphasizing the importance of justice, accountability, and the protection of human rights.

***Keywords**: Prophetic system, leadership, consultation, democracy, Shura, accountability, justice*

مبحثِ اوّل: سیرتِ نبوی ﷺ میں نظامِ قیادت کی فکری واخلاقی اساسات

اسلامی تمدن میں قیادت کا تصور محض اقتدار و تسلط کا مظہر نہیں بلکہ ایک امانت، ذمّہ داری اور خدمت کی تمثیل ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ قیادت کے لیے جو فکری و اخلاقی اساسات قرآن و سنت نے متعین کیں، وہ روحانی بالیدگی، اخلاقی طہارت اور اجتماعی شعور کے امتزاج سے عبارت ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے قیادت کو انسانوں پر حکمرانی نہیں بلکہ ان کی اصلاح، خدمت اور خیر خواہی کا فریضہ قرار دیا۔ چنانچہ قرآن نے قیادت کے فلسفے کو اطاعتِ الٰہی اور عدلِ اجتماعی کے تناظر میں ایک مقدس امانت کی صورت میں پیش کیا۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾[1]

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔"

[1] Al-Nisāʾ 4:58

Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ قرآنی ارشاد قیادت کے دو بنیادی ستون واضح کرتا ہے: امانت اور عدل۔ قیادت، طاقت یا نسلی شرف کا استحقاق نہیں بلکہ امانت ہے، جس کے تقاضے عدل، دیانت اور حق کی پاسداری سے وابستہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قیادت کے معیار کو محض قوتِ انتظام یا نسبی برتری سے مشروط نہیں فرمایا، بلکہ اسے اخلاقی اہلیت اور روحانی وقار سے وابستہ کیا۔

قیادت کا قرآنی و نبوی ﷺ تصور اور اس کی اصولی تعبیر

نبوی تصورِ قیادت دراصل انسانی کرامت کے احترام اور اجتماعی خیر کی تکمیل کا نظام ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

»كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ[2]«

"تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔"

یہ ارشادِ نبوی ﷺ اس اصولی تصور کو مہمیز دیتا ہے کہ قیادت، جواب دہی اور خدمت کا مقام ہے، نہ کہ تفاخر و تسلّط کا۔ اس میں اقتدار کی بنیاد رعایا کی خیر خواہی پر رکھی گئی، جس سے اسلامی قیادت کی روح انسانی مساوات اور عدلِ اجتماعی سے عبارت ہو گئی۔

نبوی ماڈل میں قیادت کی غایت اجتماعی اصلاح، دینی بیداری، اور روحانی ذمہ داری کی ادائیگی تھی۔ اس کے برعکس جاہلی قیادت فخرِ نسب، عصبیّت اور اقتدار کے جبر پر مبنی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے ان تمام جاہلی اقدار کو مسمار کر کے قیادت کو ایک اخلاقی و ایمانی ذمہ داری میں ڈھال دیا۔

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ﴾[3]

"اور ہم نے ان میں سے بعض کو پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے، جب انہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے۔"

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ الٰہی قیادت کے دو بنیادی اوصاف صبر اور یقین ہیں۔ اس سے نبوی نظامِ قیادت کی فکری روح منکشف ہوتی ہے کہ قیادت عقل و تدبیر کے ساتھ روحانی یقین اور اخلاقی ضبط کی مظہر ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ میں قیادت کا اخلاقی، روحانی اور عملی معیار

نبی کریم ﷺ کی قیادت محض حکم و اختیار کی نہیں بلکہ خدمت، شفقت، اور ایثار کی قیادت تھی۔ قرآن نے آپ ﷺ کے طرزِ قیادت کو اس طرح بیان کیا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾[4]

"پس اللہ کی رحمت سے آپ ان کے لیے نرم دل بنے، اور اگر آپ سخت مزاج اور تند خو ہوتے تو یہ آپ کے گرد سے منتشر ہو جاتے۔"

---

[2] Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishāpūr: Dār al Khilāfā Al Ilmīya, 1330 AH), 1: 2722
[3] Al-Sajdah 32:24
[4] Āl ʿImrān 3:159

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ہ آیت نبوی قیادت کے اخلاقِ حسن اور انسانی نفسیات سے ہم آہنگ اسلوبِ حکمرانی کی عکاس ہے۔ آپ ﷺ کی قیادت میں محبت، حلم اور رحم کا امتزاج پایا جاتا تھا، جس سے ایک سخت گیر معاشرہ نرمی، عدل اور اخوت کے قالب میں ڈھل گیا۔

مشہور مفکر امام الماوردی اپنی تصنیف الأحکام السلطانیۃ میں قیادت کے اخلاقی پہلو پر رقم طراز ہیں:

"The ruler in Islam is a trustee of the divine law, obligated to uphold justice and prevent oppression."[5]

"اسلامی حاکم شریعتِ الٰہی کا امین ہوتا ہے، جس پر لازم ہے کہ وہ عدل کو قائم رکھے اور ظلم کو روکے۔"

یہ تعبیر ظاہر کرتی ہے کہ قیادت میں اخلاقی دیانت اور عدلِ الٰہی کی پاسداری بنیادی فریضہ ہے، نہ کہ ذاتی مفاد یا اقتدار کی تمنا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«اللَّهُمَّ مَن وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا، فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَن وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا، فَرَفَقَ بِهِمْ، فَارْفُقْ بِهِ[6]»

"اے اللہ! جو میری امت کے معاملات کا ذمہ دار ہو اور ان پر سختی کرے تو اس پر سختی فرما، اور جو ان کے ساتھ نرمی کرے تو اس پر نرمی فرما۔"

یہ دعا نبوی اس تصورِ قیادت کی عملی اساس فراہم کرتی ہے جو رعایا کی راحت، عدل اور رحمت پر مبنی ہے۔

جاہلی قیادت سے نبوی ﷺ قیادت کے فکری و تہذیبی امتیازات

جاہلی قیادت کی بنیاد قبائلی عصبیت، فخرِ نسب اور ظلم پر قائم تھی۔ عربی معاشرہ میں قیادت نسلی استحقاق کا نتیجہ تھی، نہ کہ اخلاقی صلاحیت کا۔ نبی ﷺ نے اس جاہلی نظام کو منہدم کر کے اخلاقی شرافت، علم اور تقویٰ کو قیادت کا معیار بنایا۔

«إِنَّ اللهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ، إِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ أَوْ فَاجِرٌ شَقِيٌّ[7]»

"اللہ نے تم سے جاہلیت کا فخر اور آباء پر تفاخر ختم کر دیا، اب (فضیلت) صرف مومنِ متقی یا فاجرِ شقی میں ہے۔"

یہ روایت ظاہر کرتی ہے کہ نبوی ﷺ قیادت نے انسانی برابری کو اصولی حیثیت دی اور طبقاتی امتیاز کو مٹا دیا۔

---

[5] Al-Māwardī, Abū al-Ḥasan, Al-Aḥkām al-Sulṭānīya (Baghdād: Dār al-Kutub al-ʿArabī, 1346 AH), 45

[6] Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishāpūr: Dār al Khilāfā Al Ilmīya, 1330 AH), 1: 1828

[7] Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishāpūr: Dār al Khilāfā Al Ilmīya, 1330 AH), 1: 1983

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

جدید مسلم مفکرین میں محمد اقبال نے اس تصور کی فکری جہت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا:

"The leadership of the Prophet (PBUH) transformed a tribe into a nation, and a nation into a moral order."[8]

"نبی اکرم ﷺ کی قیادت نے ایک قبیلے کو امت اور امت کو اخلاقی نظام میں ڈھال دیا۔"

اقبال کے نزدیک نبوی قیادت کا جوہر اخلاقی روح اور فکری انقلاب تھا، جو قوموں کے باطن کو بدلنے کی قوت رکھتا ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ کا نظامِ قیادت دراصل ایک ایسا ماڈل ہے جو اقتدار کے بجائے خدمت، جبر کے بجائے شفقت، اور خود غرضی کے بجائے امانت کی علامت ہے۔ اس میں قیادت کا اصل وصف عدل، رحمت اور علم کی جمع ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی سیرت سے یہ ثابت کیا کہ قیادت کی عظمت دراصل کردار کی پاکیزگی، انسان دوستی اور اخلاقی استقامت میں مضمر ہے۔

یہی فکری و اخلاقی بنیادیں عصرِ حاضر میں قیادت کے بحران کا علاج فراہم کرتی ہیں، جہاں قیادت اقتدار کی ہوس میں مبتلا ہے۔ نبوی قیادت کی یہ ہمہ گیر روح انسانی برابری، عدل اور خیر خواہی کے ذریعے آج بھی سماجی و سیاسی اصلاح کے لیے ایک دائمی ماڈل مہیا کرتی ہے۔

مبحثِ دوم: سیرتِ نبوی ﷺ میں مشاورت کا ادارتی و عملی نظام: شوریٰ کی تشکیل و فعلیت

مبحثِ دوم: سیرتِ نبوی ﷺ میں مشاورت کا ادارتی و عملی نظام: شوریٰ کی تشکیل و فعلیت

اسلامی تہذیب کی فکری اساس میں "مشاورت" کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ یہ صرف ایک سیاسی عمل نہیں بلکہ ایک روحانی و اخلاقی فریضہ ہے جس کے ذریعے امت کے اجتماعی شعور کو بروئے کار لایا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں شوریٰ کا ادارہ ایک زندہ اور فعال حقیقت کے طور پر سامنے آتا ہے، جس نے نہ صرف نظامِ حکومت کو عدل و شفافیت سے ہمکنار کیا بلکہ انسانی شرکت اور رائے کی حرمت کو بھی تسلیم کیا۔

قرآن و سنت میں مشاورت کا اصولی و تشریعی جواز

قرآنِ مجید نے مشاورت کو مومنوں کی امتیازی صفت قرار دیا:

﴿وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ﴾[9]

"اور جو لوگ اپنے رب کی پکار پر لبیک کہتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اور ان کے معاملات آپس کے مشورے سے طے پاتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

یہ آیت اس امر کی وضاحت کرتی ہے کہ مشاورت ایک دینی قدر ہے جو عبادت کے ساتھ جڑی ہوئی ہے، یعنی اجتماعی معاملات میں شرکت بھی ایک طرح کی بندگی ہے۔ قرآن نے اسے محض سیاسی ضرورت نہیں بلکہ ایمان کے عملی مظاہر میں شمار کیا۔

[8] Iqbal, Muḥammad, Reconstruction of Religious Thought in Islam (Lahore: Ashraf Press, 1930), 112
[9] Al-Shūrā 42:38

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کو براہِ راست وحی کے باوجود اپنے صحابہؓ سے مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾[10]

"اور (اے نبی!) ان سے معاملات میں مشورہ کرو، پھر جب تم عزم کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔"

یہ قرآنی ہدایت نبوی قیادت میں مشاورت کی حیثیت کو اصولی اور تشریعی سطح پر مستحکم کرتی ہے۔ امام فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

»لِئَلَّا يَسْتَبِدَّ رَأْيُهُ فِيظْهَرَ لَهُ فِي الْمُشَاوَرَةِ مَا لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُهُ[11]«

"تاکہ نبی ﷺ اپنی رائے پر اکتفا نہ کریں اور مشورے کے ذریعے وہ پہلو سامنے آئیں جو پہلے معلوم نہ تھے۔"

اس سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ مشاورت محض آدابِ سیاست نہیں بلکہ انسانی فہم و تجربے کی تکریم کا الٰہی اعلان ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ میں شوریٰ کے عملی نماذج

(الف) غزوات میں مشاورت

غزوات میں مشورے کا عملی نفاذ نبوی ﷺ قیادت کے تدبّری اور جمہوری اسلوب کو ظاہر کرتا ہے۔ غزوۂ بدر میں آپ ﷺ نے مقامِ جنگ کے تعین پر حضرت حُباب بن المنذرؓ کی رائے قبول فرمائی، حالانکہ وہ ایک عام سپاہی تھے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مشاورت کا دائرہ طبقاتی امتیاز سے پاک تھا۔ غزوۂ اُحد میں نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کے اندر دفاع یا باہر نکل کر جنگ کرنے پر صحابہؓ سے رائے لی۔ اکثریت کے مشورے پر باہر نکلنے کا فیصلہ کیا گیا، حالانکہ آپ ﷺ کی ذاتی رائے اس کے برعکس تھی۔ امام ابنِ حجر لکھتے ہیں:

»فَاسْتَقَرَّ رَأْيُهُ عَلَى مَا رَأَى الْجُمْهُورُ وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى مَشْرُوعِيَّةِ الْمُشَاوَرَةِ وَإِنْ كَانَ الْمُشِيرُ أَعْلَمَ وَأَفْضَلَ[12]«

"نبی ﷺ نے اکثریت کی رائے اختیار کی، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشاورت مشروع ہے، خواہ مشورہ لینے والا زیادہ علم و فضیلت والا ہی کیوں نہ ہو۔"

یہ طرزِ عمل قیادت کی جمہوری روح اور شوریٰ کی فعلیت کی اعلیٰ مثال ہے۔

(ب) معاہدات میں مشاورت

صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے شرائط کے حوالے سے اپنے صحابہ سے مسلسل رائے لی۔ حضرت عمرؓ جیسے جری صحابی نے بظاہر اپنی شدید رائے کا اظہار کیا، لیکن نبی ﷺ نے صبر، حکمت اور تدبیر کے ساتھ تمام آراء کو سنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شوریٰ میں اظہارِ رائے کی آزادی ایک اصولی قدر تھی، جسے نبوی نظامِ حکومت میں ادارتی درجہ حاصل تھا۔

---

10 Āl ʿImrān 3:159

11 Al-Rāzī, Fakhr al-Dīn, Al-Tafsīr al-Kabīr (Cairo: Dār al-Ḥadīth, 1409 AH), 9: 186

12 Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, Fatḥ al-Bārī (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1379 AH), 7: 348

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

(ج) داخلی نظمِ حکومت

مدینہ منورہ میں نبی اکرم ﷺ نے مہاجرین و انصار کے نمائندوں پر مشتمل شوریٰ قائم کی، جس میں انتظامی، عسکری، اور قضائی امور پر باہمی مشورہ کیا جاتا تھا۔ طبری بیان کرتے ہیں کہ:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا يَقْضِي أَمْرًا فِي الْمَدِينَةِ إِلَّا بَعْدَ أَنْ يَسْتَشِيرَ أَصْحَابَهُ[13]»

"نبی ﷺ مدینہ میں کوئی اہم معاملہ طے نہ فرماتے جب تک اپنے اصحابؓ سے مشورہ نہ کر لیتے۔"

یہ روایت اس حقیقت کی غمازی کرتی ہے کہ مدنی ریاست کی ادارتی ساخت میں شوریٰ بنیادی ستون کے طور پر کار فرما تھی۔

مشاورت کے اخلاقی ضوابط اور اجتماعی فیصلہ سازی کی نبوی ﷺ حکمتِ عملی

نبوی ﷺ شوریٰ کے اخلاقی و روحانی ضوابط نے اسے محض سیاسی میکانزم کے بجائے ایک اخلاقی ادارہ بنا دیا۔ اس میں چند اصول نمایاں ہیں:

اخلاص و نیت کی طہارت:

مشاورت میں رائے دینا ذاتی مفاد کے لیے نہیں بلکہ خیرِ عام کے لیے ہوتا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«الدِّينُ النَّصِيحَةُ[14]»

"دین خیر خواہی کا نام ہے۔"

ادبِ اختلاف:

شوریٰ میں اختلافِ رائے کو کبھی بغاوت یا گستاخی نہیں سمجھا گیا بلکہ اسے تدبیر کا جزو قرار دیا گیا۔ صحابہؓ کی آراء میں اختلاف کے باوجود نبی ﷺ کا چہرہ کبھی تغیر پذیر نہ ہوا، جس سے شوریٰ میں رواداری اور سماجی ادب کا عملی معیار قائم ہوا۔

فیصلے پر اجماع:

شوریٰ میں بحث و تمحیص کے بعد جب فیصلہ طے پا تا تو سب اس کے پابند ہوتے۔ یہی اجتماعی نظمِ فکر اسلامی سیاست کی روح ہے۔ امام الماوردي لکھتے ہیں:

"The consensus of consultation, once achieved, binds the ruler as a moral covenant."[15]

"جب مشاورت سے اجماع پیدا ہو جائے تو وہ حکمران کے لیے ایک اخلاقی عہد بن جاتا ہے۔"

نبوی حکمتِ عملی میں فیصلہ سازی ہمیشہ عدل، تدبر اور توکل کے امتزاج سے عبارت تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[13] Al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr, Tārīkh al-Rusul wa al-Mulūk (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmīya, 1408 AH), 2: 416

[14] Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishāpūr: Dār al Khilāfā Al Ilmīya, 1330 AH), 1: 95

[15] Al-Māwardī, Abū al-Ḥasan, Al-Aḥkām al-Sulṭānīya (Baghdād: Dār al-Kutub al-ʿArabī, 1346 AH), 78

Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

»إِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ[16]«

"جب عزم کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔"

یہ اصول اس بات کا مظہر ہے کہ مشاورت کے بعد فیصلہ محض انسانی تدبیر کا نتیجہ نہیں بلکہ الٰہی توفیق پر اعتماد کا مظہر ہوتا ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ کا نظامِ شوریٰ اسلامی سیاسی فکر کی روح ہے۔ یہ ادارہ عوامی شرکت، فکری آزادی، اور اخلاقی ذمہ داری کا حسین امتزاج ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی شوریٰ نے ایک ایسا نمونہ پیش کیا جس میں فیصلہ سازی اجتماعی عقل، عدل اور خیرِ عام پر مبنی تھی۔

یہی ماڈل آج کے جمہوری و شورائی نظاموں کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے، بشرطیکہ اس کی اخلاقی و روحانی بنیادوں کو برقرار رکھا جائے۔ نبوی ﷺ مشاورت نہ اقتدار کی مجبوری تھی، نہ رسمِ سیاست، بلکہ ایمان، عقل اور اخلاق کے درمیان ایک الٰہی توازن کا مظہر تھی—ایسا توازن جو آج کے سیاسی و سماجی بحرانوں کا واحد اخلاقی مداوا بن سکتا ہے۔

مبحثِ سوم: سیرتِ نبوی ﷺ میں قیادت و شوریٰ کے باہمی تعلق کی تنظیمی تشکیل

اسلامی معاشرت و سیاست میں قیادت اور مشاورت کا رشتہ دراصل روح و قالب کا رشتہ ہے؛ قیادت شوریٰ کے بغیر جبر بن جاتی ہے اور شوریٰ قیادت کے بغیر انتشار۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں یہ دونوں عناصر ایک متوازن اور مربوط نظام کی صورت میں جلوہ گر ہیں، جہاں فیصلہ سازی میں شخصی بصیرت اور اجتماعی رائے کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے قیادت کے منصب کو روحانی امانت اور شوریٰ کو فکری اشتراک کا مظہر قرار دیا، یوں اسلامی نظامِ حکومت میں نہ آمریت کی گنجائش رہی اور نہ جمہوری لاقانونیت کا خطرہ۔

قیادت و مشاورت کے باہمی توازن اور اختیارات کی تقسیم

قرآنِ کریم نے قیادت کے لیے عدل و مشورہ دونوں کو لازم قرار دیا:

﴿إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾[17]

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حقداروں کے سپرد کرو، اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔"

یہ آیت قیادت کے منصب کو ایک "امانت" کے طور پر متعین کرتی ہے، جس کے صحیح نفاذ کے لیے عدل اور مشاورت دونوں ناگزیر ہیں۔ قیادت کے اس توازن کو نبی اکرم ﷺ نے اپنی عملی حکمتِ عملی سے مثالی صورت میں مجسم کیا۔

مدینہ میں قائم کردہ شورائی ڈھانچہ اس توازن کی بہترین مثال ہے۔ آپ ﷺ فیصلے سے قبل صحابہؓ کی رائے لیتے، اور پھر بصیرت و وحی کے مطابق حتمی فیصلہ صادر فرماتے۔ اس میں دو پہلو نمایاں ہیں:

شوریٰ کی رائے کا احترام: تاکہ امت کی اجتماعی عقل بروئے کار آئے۔

[16] Āl ʿImrān 3:159
[17] Al-Nisāʾ 4:58

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

قیادت کا عزم و فیصلہ: تاکہ نظم و مرکزیت قائم رہے۔

امام ابن خلدون نے اپنی "المقدمہ" میں اسی نکتے کو اجاگر کرتے ہوئے لکھا:

»الشُّورَى فِي الرَّأْيِ وَالْإِمَارَةُ فِي التَّنْفِيذِ، فَإِذَا اجْتَمَعَا صَلَحَتِ الدَّوْلَةُ وَاعْتَدَلَتِ السِّيَاسَةُ[18]«

"شوریٰ کا تعلق رائے سے اور قیادت کا تعلق نفاذ سے ہے، جب دونوں ہم آہنگ ہوں تو ریاست درست اور سیاست معتدل ہو جاتی ہے۔"

نبوی ﷺ عہد میں شوریٰ کی رائے اور قیادت کے فیصلے میں کبھی تصادم نہیں بلکہ تکمیل کا تعلق نظر آتا ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ میں شورائی اتفاق اور قائدانہ فیصلہ کے امتزاج کا مطالعہ

غزوۂ اُحد میں نبی اکرم ﷺ نے اکثریت کی رائے پر باہر نکل کر جنگ کرنے کا فیصلہ کیا، حالانکہ آپ ﷺ کی ذاتی رائے مدینہ میں رہنے کی تھی۔ جنگ کے بعد نتائج کے باوجود آپ ﷺ نے شوریٰ کے فیصلے کو تبدیل نہ کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شورائی اتفاق کو آپ ﷺ نے محض رسمی نہیں بلکہ اخلاقی و سیاسی قدر کے طور پر تسلیم کیا۔

اسی کے برعکس غزوۂ خندق میں جب بعض صحابہؓ نے صلح کی رائے دی تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی بصیرت سے ان کی رائے کو قبول نہ کیا، کیونکہ معاملہ ایمان اور اصول کی سرحدوں سے متعلق تھا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ شوریٰ کے فیصلے کا احترام اُس وقت تک ہے جب تک وہ عدل، ایمان، اور اصولِ دین کے مطابق ہو۔ غزوۂ بدر میں آپ ﷺ نے مقامِ جنگ کے انتخاب پر حضرت حباب بن المنذرؓ کی رائے قبول کی، لیکن قیدیوں کے معاملے میں وحی کے اشارے پر اپنا فیصلہ صادر فرمایا۔ اس سے قیادت و شوریٰ کے تعلق کی دو جہتیں سامنے آتی ہیں:

اجتماعی عقل کی شرکت) شوریٰ کی فعلیت

وحی و بصیرت کی رہنمائی) قیادت کا فیصلہ

یوں نبوی ﷺ نظام میں قیادت و شوریٰ ایک دوسرے کے متمم اور متوازن عناصر تھے، متصادم نہیں۔

نبوی ﷺ عہد میں اجتماعی نظم، احتساب اور ذمہ داری کا ادارتی خاکہ

نبی اکرم ﷺ کے عہد میں حکومت کا نظام شفاف اور جوابدہ تھا۔ قیادت کسی مطلق اقتدار کا مظہر نہیں بلکہ امانت و ذمہ داری کا بوجھ تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

»كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ[19]«

"تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔"

[18] Ibn Khaldūn, ʿAbd al-Raḥmān, Al-Muqaddimah (Cairo: Dār al-Kutub al-ʿArabīya, 1357 AH), 1: 296

[19] Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishāpūr: Dār al Khilāfā Al Ilmīya, 1330 AH), 1: 1829

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ حدیث قیادت اور احتساب کے باہمی تعلق کو واضح کرتی ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے گورنروں کو وقتاً فوقتاً بلایا، ان کے اموال کا حساب لیا، اور انہیں رعایا کے ساتھ نرم سلوک کی تلقین کی۔ طبری بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن روانہ کرتے وقت فرمایا:

«اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ[20]»

"مظلوم کی دعا سے ڈرنا، کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔"

یہ روایت احتسابی مزاجِ قیادت کو ظاہر کرتی ہے، جس میں اقتدار نہیں بلکہ امانت وخدمت کا جذبہ کار فرما تھا۔

نبوی ﷺ نظامِ حکومت میں ہر سطح پر احتساب کا شعور موجود تھا۔ بیت المال کے امور سے لے کر فوجی مہمات تک، سب معاملات میں شفافیت اور جوابدہی دیکھی جاتی ہے۔ یہی اصول بعد میں خلافتِ راشدہ کے اداراتی خاکے میں منظم شکل اختیار کر گئے۔

سیرتِ نبوی ﷺ میں قیادت اور شوریٰ کا باہمی تعلق اسلامی سیاست کا بنیادی منہاج فراہم کرتا ہے۔ اس تعلق میں نہ آمریت کی سختی تھی نہ جمہوریت کی بے سمتی؛ بلکہ ایک ایسا الٰہی توازن تھا جس میں قیادت بصیرت کا مرکز اور شوریٰ شعور کی نمائندہ تھی۔ یہ نظام اپنے اندر تین نمایاں خصوصیات رکھتا ہے: اجتماعی رائے کی حرمت: قیادت عوام کی عقل و رائے کی توسیع بن کر ابھری۔ قائدانہ فیصلہ کی مرکزیت: نظم و وحدت کو ٹوٹنے سے بچایا گیا۔ احتساب وذمہ داری کا شعور: اقتدار کو امانت میں بدل دیا گیا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے بجا فرمایا:

> "The Prophet established a polity where authority was consultative, leadership was accountable, and power was moral."[21]

"نبی ﷺ نے ایک ایسا نظام قائم کیا جہاں اقتدار شورائی تھا، قیادت جوابدہ اور طاقت اخلاقی۔"

یوں نبوی ﷺ نظامِ قیادت وشوریٰ محض سیاسی ڈھانچہ نہیں بلکہ اخلاقی وروحانی تمدن کی اساس ہے—ایک ایسا ماڈل جس کی روشنی میں آج کی دنیا میں شفاف، عادلانہ اور مشاورتی حکمرانی کی راہیں روشن ہو سکتی ہیں۔

مبحثِ چہارم: سیرتِ نبوی ﷺ کے نظمِ قیادت وشوریٰ کا معاصر جمہوری اصولوں سے تقابلی تجزیہ

انسانی تاریخ میں اقتدار اور نظمِ اجتماعی کی جستجو ہمیشہ سے عقل وشعور کا مرکزی موضوع رہی ہے۔ قدیم بادشاہتوں سے لے کر جدید جمہوریتوں تک، ہر نظام نے سیاسی اختیار کو منضبط کرنے کی کوئی نہ کوئی شکل اختیار کی۔ تاہم، سیرتِ نبوی ﷺ کا نظمِ قیادت وشوریٰ اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ اس نے اقتدار کو اخلاقی امانت، مشاورت کو عبادت، اور عوامی شمولیت کو ایمانی فریضہ قرار دیا۔

جدید جمہوریت، اگرچہ انسانی تجربے کی بلندی ہے، مگر سیرتِ نبوی ﷺ کا شورائی نظام نہ صرف اس سے قدیم تر بلکہ اقدار واصول کے اعتبار سے زیادہ متوازن اور انسانی فطرت کے قریب ہے۔

[20] Al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr, Tārīkh al-Rusul wa al-Mulūk (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmīya, 1408 AH), 3: 215

[21] Ḥamīdullāh, Muḥammad, The First Written Constitution in the World (Hyderabad: Dāʾirat al-Maʿārif al-ʿUthmānīya, 1941), 41

جمہوریت میں عوامی نمائندگی، رائے دہی اور شورائی اصول کا تاریخی ارتقا

یونانی فلسفے میں جمہوریت (Demokratia) کا مفہوم "عوام کی حکومت" کے طور پر سامنے آیا۔ ایتھنز کی مجالس میں رائے دہی (Voting) کو اجتماعی فیصلوں کا ذریعہ بنایا گیا، مگر اس نظام میں نہ مساوات تھی، نہ اخلاقی ضابطہ؛ غلام اور عورت اس حق سے محروم تھے۔ مغرب میں یہ نظام طویل ارتقائی مراحل سے گزرا: Magna Carta (1215) سے لے کر جدید پارلیمانی حکومت تک؛ یہاں تک کہ بیسویں صدی میں "Representative Democracy" اپنی موجودہ شکل میں ظاہر ہوئی۔

اسلامی روایت میں مشاورت کا اصول ان تمام تصورات سے صدیوں پہلے قرآن نے واضح کر دیا تھا:

﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾[22]

"اور ان کے معاملات باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں۔"

یہ آیت محض سیاسی مشورے کا ذکر نہیں بلکہ ایک مستقل شورائی نظام کی بنیاد ہے، جس میں قیادت کو عوام کی رائے کے ساتھ منسلک کر دیا گیا۔ امام قرطبی لکھتے ہیں:

«فَالشُّورَى مِنْ قَوَاعِدِ الشَّرِيعَةِ وَعِمَادِ الْأَحْكَامِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَشِرْ أَهْلَ الْعِلْمِ وَالدِّينِ فَقَدْ ضَيَّعَ الْأَمْرَ[23]»

"شوریٰ شریعت کے اصولوں میں سے ایک اصول اور احکام کی بنیاد ہے، جو شخص اہلِ علم و دین سے مشورہ نہیں کرتا وہ امور کو ضائع کر دیتا ہے۔"

یوں اسلامی شورائی تصور نے جمہوریت کے اس جوہر: عوامی شرکت اور اجتماعی رائے: کو وحی کے نور سے آراستہ کیا، اور اسے محض سیاسی نہیں بلکہ اخلاقی فریضہ بنا دیا۔

سیرتِ نبوی ﷺ کے شورائی نظام اور جدید جمہوری اداروں کا تقابلی مطالعہ

الف) پارلیمان اور شورائی مجلس

جدید پارلیمان قانون سازی کا مرکز ہے، جب کہ نبوی ﷺ شوریٰ کا مقصد قانون بنانا نہیں بلکہ الٰہی قانون کی تطبیق میں اجتماعی تدبیر تھی۔ نبی اکرم ﷺ کی مجلسِ شوریٰ میں مہاجرین و انصار کے نمائندے شامل تھے، جو سیاسی، عسکری اور سماجی امور پر رائے دیتے تھے۔ ابنِ ہشام روایت کرتے ہیں کہ:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا نَزَلَ بِهِ الْأَمْرُ جَمَعَ أَصْحَابَهُ فَشَاوَرَهُمْ فِيهِ[24]»

---

[22] Al-Shūrā 42:38

[23] Al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad, Al-Jāmiʿ li Aḥkām al-Qurʾān (Cairo: Dār al-Kutub al-Miṣrīya, 1387 AH), 16: 121

[24] Ibn Hishām, ʿAbd al-Malik, Al-Sīrah al-Nabawīyah (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1375 AH), 2: 247

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"جب نبی ﷺ کو کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو آپ ﷺ اپنے اصحابؓ کو جمع کر کے مشورہ فرماتے۔"

جدید پارلیمان عوامی ارادے کی نمائندگی کرتی ہے، مگر اس میں اقدارِ اخلاق اور وحی کی رہنمائی کی کمی ہے۔ نبوی ﷺ شوریٰ نے انسانی رائے کو الٰہی ہدایت کے تابع کر کے ایک مقدس جمہوریت کی بنیاد رکھی، جہاں رائے کا مرکز عقل نہیں بلکہ عدل تھا۔

ب) کابینہ اور انتظامی نظم

نبوی ﷺ نظام میں بعض صحابہؓ کو مخصوص شعبہ جات کی نگرانی سونپی گئی: جیسے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا عامل، حضرت زید بن ثابتؓ کو کاتبِ وحی، اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو عسکری قیادت۔ یہ تقسیمِ کار جدید کابینہ کے تصور سے مماثل ہے، مگر اس میں اخلاقی احتساب اور روحانی تقویٰ کی ایسی گہرائی تھی جو جدید نظاموں میں مفقود ہے۔

ج) عدلیہ اور قضاء

اسلامی نظام میں عدلیہ شوریٰ سے الگ مگر جوابدہ ادارہ تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے قاضیوں کو عدل و دیانت کی بنیاد پر مقرر کیا، نہ کہ سیاسی وابستگی پر۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ، اثْنَانِ فِي النَّارِ وَوَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ»[25]...

"قاضی تین قسم کے ہیں؛ دو جہنم میں اور ایک جنت میں"...

یہ قول ظاہر کرتا ہے کہ نبوی ﷺ عدلیہ کی روح ضمیر اور جوابدہی تھی، جب کہ جدید عدالتی نظام صرف آئینی احتساب تک محدود ہے۔

شخصی قیادت بمقابلہ ادارتی نظم: نبوی ﷺ تجربے کی نظری و اخلاقی برتری

جدید جمہوریت ادارتی نظم (Institutional Governance) کی بنیاد پر قائم ہے تاکہ شخصی آمریت سے بچا جا سکے۔ مگر سیرتِ نبوی ﷺ میں قیادت کی شخصی مرکزیت کے باوجود ادارتی توازن اس حد تک مکمل تھا کہ کوئی فیصلہ مطلق العنانیت کا مظہر نہ بن سکا۔ نبی ﷺ کے فیصلے وحی، شوریٰ اور عدل کے محور پر استوار تھے۔

امام ابن تیمیہ اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

«إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُرَاعِي الْمَصْلَحَةَ وَيَسْتَشِيرُ فِي الْأُمُورِ وَيَقْضِي بِالْعَدْلِ فَصَارَتْ سِيَاسَتُهُ دِينًا وَعَدْلًا»[26]

"نبی ﷺ ہمیشہ مصلحت کو پیشِ نظر رکھتے، مشورہ فرماتے اور عدل سے فیصلہ کرتے، یوں آپ ﷺ کی سیاست دین اور عدل دونوں کی صورت ختیار کر گئی۔"

---

[25] Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath, Sunan Abī Dāwūd (Damascus: Dār al-Ḥadīth, 1329 AH), 3: 314

[26] Ibn Taymīyah, Aḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm, Al-Siyāsah al-Sharʿīyah (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿArabī, 1388 AH), 54

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ وہ امتیاز ہے جو نبوی ﷺ نظام کو محض جمہوری نہیں بلکہ اخلاقی-توحیدی نظم بناتا ہے۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن اپنی کتاب Islam and Modernity میں لکھتے ہیں:

> "The Prophet's model was not of power for the people, but of responsibility to God through the people."[27]

"نبی ﷺ کا نمونہ عوام کی حکومت کا نہیں بلکہ عوام کے ذریعے اللہ کی جوابدہی کا تھا۔"

یہ زاویہ واضح کرتا ہے کہ نبوی ﷺ قیادت کا محور الٰہی جوابدہی تھی، نہ کہ انسانی خودمختاری۔

سیرتِ نبوی ﷺ کا شورائی و قیادتی نظام جدید جمہوری اصولوں سے محض تقابلی برتری نہیں رکھتا بلکہ ایک نظریاتی اصلاحی نمونہ فراہم کرتا ہے۔ جمہوریت میں قانون انسان بناتا ہے، جب کہ نبوی ﷺ نظام میں قانون خدا کی وحی سے ماخوذ ہے؛ وہاں اقتدار عوامی مفاد کے تابع ہے، یہاں وہ عدلِ الٰہی کا مظہر۔

دونوں نظاموں کے درمیان تقابل میں درج ذیل نکات نمایاں ہیں: شوریٰ بمقابلہ پارلیمان : شوریٰ وحی کی تابع؛ پارلیمان اکثریت کی تابع۔ قیادت بمقابلہ حکمران : نبوی ﷺ قیادت خدمت و امانت؛ جمہوری قیادت اقتدار و نمائندگی۔ احتساب : نبوی ﷺ نظام میں اخلاقی و الٰہی احتساب؛ جمہوریت میں قانونی و اداراتی احتساب۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطابق:

> "Islamic polity transcends democracy by linking power with morality and governance with revelation."[28]

"اسلامی نظامِ حکومت جمہوریت سے بلند ہے، کیونکہ وہ اقتدار کو اخلاق اور حکومت کو وحی سے وابستہ کرتا ہے۔"

یوں سیرتِ نبوی ﷺ کا شورائی و قیادتی نظام انسانی تاریخ کے لیے محض ایک سیاسی تجربہ نہیں، بلکہ ایک ابدی اخلاقی ضابطہ ہے—جہاں طاقت عبادت میں ڈھل جاتی ہے، قیادت امانت بن جاتی ہے، اور مشاورت ایمان کا مظہر۔ یہی وہ نظام ہے جس کے بغیر کوئی بھی جمہوریت صرف نظم کی نہیں بلکہ روح کی محتاج رہتی ہے۔

مبحثِ پنجم: سیرتِ نبوی ﷺ کے نظامِ قیادت و مشاورت کی معاصر معنویت: اسلامی حکمرانی کے جدید تناظر میں تطبیق

انسانی تمدن کی تاریخ میں نظامِ حکمرانی ہمیشہ ایک فکری و اخلاقی معمہ رہا ہے۔ اقتدار کے ادارے جب روحِ عدل و امانت سے خالی ہو جائیں تو سیاسی ترقی بھی انسانی زوال کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔ عصرِ حاضر میں جب جمہوریت کو انسانی آزادی اور مساوات کا سب سے موزوں ماڈل قرار دیا جا رہا ہے، اس وقت سیرتِ نبوی ﷺ کے نظامِ قیادت و مشاورت کی معنویت ایک تازہ روح کی مانند ابھر کر سامنے آتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جس شورائی اور عدل پر مبنی نظامِ قیادت کی بنیاد رکھی، وہ نہ صرف ساتویں صدی کے عرب کے لیے بلکہ ہر زمانے کے معاشرتی نظم کے لیے ایک جامع ضابطۂ اخلاق

---

[27] Faẓlur Raḥmān, Islam and Modernity (Chicago: University of Chicago Press, 1982), 45
[28] Ḥamīdullāh, Muḥammad, The Muslim Conduct of State (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1961), 29

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ہے۔ نبوی ﷺ نظامِ قیادت کی بنیاد امانت، عدل اور مشاورت پر قائم ہے، جس نے قیادت کو ذاتی ملکیت کے بجائے اجتماعی ذمہ داری قرار دیا۔ قرآنِ کریم نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾[29]

" بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حقداروں کو دو، اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کرو۔"

اس آیت نے حکمرانی کے دو بنیادی اصول واضح کیے: امانت اور عدل۔ معاصر ریاستوں میں جہاں طاقت اور مفاد سیاست کا محور بن چکے ہیں، وہاں نبوی ﷺ اصولِ قیادت ایک اخلاقی تصحیح کا کردار ادا کرتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ»[30]

" تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔"

یہ حدیث اس بات کو واضح کرتی ہے کہ قیادت کا مفہوم اقتدار نہیں بلکہ خدمت و جوابدہی ہے۔ معاصر ریاستی ڈھانچوں میں جہاں بیوروکریسی اور طاقت کے ادارے عوام سے کٹ چکے ہیں، وہاں اس نبوی ﷺ تصور کو ادارتی پالیسیوں، احتسابی نظاموں، اور قیادت کی تربیت میں شامل کرنا سماجی شفافیت کے لیے ناگزیر ہے۔ڈاکٹر علی شریعتی کے الفاظ میں:

"Islamic leadership is not authority over people; it is responsibility before God through serving people."[31]

" اسلامی قیادت لوگوں پر اقتدار نہیں بلکہ خدا کے سامنے جوابدہی ہے جو خدمتِ خلق کے ذریعے ادا ہوتی ہے۔"

معاصر جمہوری نظام میں شورائی اقدار کے ادغام کے امکانات

جمہوریت عوامی رائے کی بالادستی پر قائم ہے، جبکہ اسلامی شوریٰ اخلاقی حقانیت کی بنیاد پر۔ دونوں میں اشتراک کا امکان اسی وقت ممکن ہے جب "رائے" کو ذمہ داری کے ساتھ مشروط کیا جائے۔ نبوی ﷺ نظامِ شوریٰ میں ہر رائے دہندہ کا انتخاب اس کی تقویٰ، فہم و امانت پر ہوتا تھا، نہ کہ لسانی، معاشی یا گروہی بنیادوں پر۔ چنانچہ قرآن نے فرمایا:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾[32]

" اور ان سے معاملات میں مشورہ کرو، پھر جب تم ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔"

---

[29] Al-Nisāʾ 4:58
[30] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī (Cairo: Dār al-Shaʿb, 1311 AH), 2: 2132
[31] Sharīʿatī, ʿAlī, Man and Islam (Tehran: Hosseiniye Ershad Press, 1970), 88
[32] Āl ʿImrān 3:159

Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ آیت قیادت اور مشاورت کے درمیان توازن کی حکمت رکھتی ہے—فیصلہ سازی اجتماعی بصیرت سے پیدا ہو مگر انجام کار قیادت کا عزم اور توکل فیصلہ کو اخلاقی جواز عطا کرے۔ علامہ ابن خلدون اس توازن کو یوں تعبیر کرتے ہیں:

»إِنَّ الشُّورَى تُثْمِرُ الْعَدْلَ وَتَقْمَعُ الْهَوَى، وَإِذَا صَلَحَتِ الْقِيَادَةُ وَالْمَشُورَةُ صَلَحَتِ الْأُمَّةُ كُلُّهَا[33]«

"شوریٰ عدل کو جنم دیتی اور خواہشِ نفس کو دباتی ہے، جب قیادت اور مشورہ درست ہو جائیں تو ساری امت درست ہو جاتی ہے۔"

جمہوری نظام میں شورائی اقدار کے ادغام کا مفہوم یہ ہے کہ سیاسی عمل محض اکثریت کی بنیاد پر نہیں بلکہ اخلاقی ذمہ داری اور اجتماعی خیر کی بنیاد پر منظم ہو۔ چنانچہ جدید ریاستی ماڈل میں اسلامی شوریٰ کے اصول: جیسے شفافیت، احتساب، مشاورت، عدل اور امانت: آئینی اور انتظامی سطح پر ضم کیے جا سکتے ہیں، تاکہ اقتدار عبادت میں اور رائے امانت میں تبدیل ہو۔

سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں عادل، شفاف اور اخلاقی قیادت کا اسلامی ماڈل

سیرتِ طیبہ ﷺ میں قیادت کا ماڈل تین بنیادی اصولوں پر استوار نظر آتا ہے :روحانی بصیرت، اخلاقی شفافیت، اور ادارتی عدل۔ یہ تینوں عناصر وہ ستون ہیں جن پر ایک صالح ریاست کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے عہد میں احتساب کو ذاتی سطح پر نافذ کیا۔ غزوۂ خیبر کے بعد جب ایک شخص نے مالِ غنیمت میں خیانت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

»لاَ يَغُلُّ أَحَدٌ إِلَّا جَاءَ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[34]«

"جو کوئی خیانت کرے گا، وہ قیامت کے دن اپنی خیانت کے ساتھ آئے گا۔"

یہ اصول قیادت کو محض انتظامی نہیں بلکہ اخروی ذمہ داری میں ڈھال دیتا ہے۔ جدید ریاستوں میں اگر احتساب کے ادارے اسی روح سے متعارف کرائے جائیں تو شفافیت کا تصور محض قانونی نہیں بلکہ ایمانی بنیاد حاصل کرے گا۔ ڈاکٹر طٰہٰ جابر العلوانی نے لکھا:

"The Prophet's governance model combined moral integrity with institutional accountability :a balance modern systems still seek."[35]

"نبی ﷺ کا نظامِ حکومت اخلاقی دیانت اور ادارتی احتساب کا ایسا امتزاج تھا جس کی تلاش آج کے جدید نظام بھی کر رہے ہیں۔"

اس تناظر میں، ایک اسلامی قیادتی ماڈل درج ذیل بنیادوں پر تشکیل پا سکتا ہے:

تقویٰ پر مبنی انتخابی نظام: قیادت کی بنیاد علم، دیانت اور امانت ہو۔ ادارتی احتساب: تمام فیصلہ ساز ادارے شفافیت اور عدل کے تابع ہوں۔ روحانی جوابدہی: اقتدار کو اللہ کی امانت تصور کر کے استعمال کیا جائے۔ اجتماعی مشاورت: عوامی رائے کو اصولی و اخلاقی دائرے میں شامل رکھا جائے۔ سیرتِ

[33] Ibn Khaldūn, ʿAbd al-Raḥmān, Al-Muqaddimah (Beirut: Dār al-Fikr, 1377 AH), 2: 111
[34] Muslim, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishā pūr: Dār al-Khilāfā al-ʿIlmīyah, 1330 AH), 3: 1832
[35] Al-ʿAlwānī, Ṭāhā Jābir, Islamic Governance and the Future of Ummah (Herndon: IIIT, 1996), 67

نبوی ﷺ کا قیادت و شوریٰ پر مبنی نظام عصرِ حاضر کے لیے محض ایک تاریخی روایت نہیں بلکہ نظری و اخلاقی تجدید کا منبع ہے۔ جہاں جدید جمہوریت انسان کی رائے کو مطلق حیثیت دیتی ہے، وہاں نبوی ﷺ شوریٰ رائے کو الٰہی امانت میں بدل دیتی ہے۔ جدید ریاستوں کے لیے اس نظام کی تطبیق نہ صرف انتظامی اصلاح بلکہ روحانی تجدید کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ نبوی ﷺ ماڈل کی معاصر معنویت یہی ہے کہ وہ انسان کو طاقت سے نہیں بلکہ عدل، امانت اور خدمت سے حاکم بناتا ہے۔ اس نظام میں اقتدار عبادت بن جاتا ہے، شوریٰ عقل کا نور، اور قیادت اخلاق کا استعارہ: یہی وہ تطبیقی حقیقت ہے جس کے بغیر اسلامی حکمرانی صرف نام کی اسلامی، مگر روح سے خالی رہتی ہے۔